نئی دہلی

سہ ماہی

فکر و تحقیق

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

فکر و تحقیق

سہ ماہی — نئی دہلی

جلد ۶ — شمارہ ۳

جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۳

مُدیر

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

مشیر

مخمور سعیدی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

فہرست

ارشد مسعود ہاشمی

منشی اجودھیا پرشاد بہار

انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں شمالی بہار کی سر زمین جن شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں سے سیراب اور فیض یاب ہوئی، ان میں بابو اجودھیا پرشاد بہارؔ کی شخصیت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ انھوں نے اردو نثر نگاری اور شاعری، دونوں ہی اسالیب اظہار کو عہدِ سرسید میں اختیار کیا۔ شاداب فاروقی نے بہارؔ کے حالاتِ زندگی سے متعلق درج ذیل معلومات فراہم کی ہیں۔

'منشی اجودھیا پرشاد نام، بہار تخلص، قوم کائستھ، بابو گوپال لال داروغہ کے صاحبزادے، متوطن منیر شریف، ضلع پٹنہ۔ ان کے والد سببِ ملازمت کچھ دنوں مظفر پور میں رہے اور پھر انھوں نے 1857 کے بعد راج دربھنگہ کے دفتر میں ملازمت کرلی اور 1860 میں دربھنگہ ہی کو اپنا مسکن قرار دیا۔ اور اس وقت سے مع متعلقین اور تین برادران دربھنگہ ہی میں رہنے لگے۔ راج دربھنگہ کے ملازمین میں انھیں ممتاز حیثیت حاصل تھی لیکن چند اسباب کی بنا پر 1861 میں ملازمت سے برطرف ہو گئے۔

ان کا خاندان علم و فضل میں ممتاز رہا ہے۔ انھوں نے اس روایت کو برقرار رکھا۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، میں انھیں اچھی دستگاہ حاصل تھی۔ فنِ شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے۔ بزم کامل کے روشن چراغ تھے۔ دربھنگہ میں اس وقت جتنے مشاعرے منعقد ہوتے تھے ان میں یہ شریک ہوتے اور اپنی جگہ بنالی۔

راج دربھنگہ سے الگ ہونے کے بعد انھوں نے دربھنگہ کی مختصر سی تاریخ 'ریاض ترہت' بھی لکھی جو 1868 میں طبع ہو کر منظر عام پر آئی، تقریباً 1307ھ/ 1889 میں انتقال کیا۔' (1)

سطورِ بالا میں جو اطلاعات فراہم کی گئی ہیں ان سے وضاحت ہوتی ہے کہ منشی اجودھیا پرشاد بہارؔ ایک ذی علم خاندان سے تعلق رکھتے تھے، منیر شریف، ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے اور والد بابو گوپال لال کے ساتھ مظفر پور اور پھر دربھنگہ میں مقیم رہے، لیکن ان کی جو تاریخ وفات لکھی گئی ہے وہ درست نہیں۔

میں نے اجودھیا پرشاد بہارؔ کی مکمل سوانح عمری کی جستجو کے دوران خود ان کا تحریر کردہ وہ رسالہ دریافت کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے جو انھوں نے 'ریاض ترہُت' کے دوسرے ایڈیشن کے لیے لکھا تھا۔ دوسرے ایڈیشن کے اخیر میں' تاریخ خاتمہ رسالہ گلزار بہار مع سوانح عمری مولف' جو بارثانی پس ازنظر ثانی چھپا، کے عنوان کے تحت تاریخ کا جو شعر درج ہے، اس سے 1891 کا سال برآمد ہوتا ہے:

رسالے میں جو یہ جلوہ گری ہے   ولائے حق محافظ دفتری ہے

1891

اس سے قبل جو عبارت ہے اس سے بھی اس امر کی توثیق ہو جاتی ہے کہ 1891 تک اجودھیا پرشاد بہار بقید حیات رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

'ہمارے ایک دوست جو بہت دن تک بحکمہ' کورٹ بذریعہ' مختارکاری و چند تیرہتوں میں رہے ساتھ ساتھ داروغہ ' منشی بشیشر ناتھ صاحب سب انسپکٹر پولس حال پنشن خوار ساکن موضع ہمری پرگنہ بہرواره ضلع دربھنگہ جو اہل فراقوں میں سے فرد آدمی ہیں اشعار مندرجہ ذیل واسطے درج رسالہ ھٰذا بھیج دیا شکر گزاری کے ساتھ بتعمیل حکم موصوف الیہ درج رسالہ کیا گیا'۔(2)

یوں اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ بہار کا انتقال 1889 میں نہیں ہوا۔

'گلزار بہار' معروف بہ 'ریاض ترہت' کے دوسرے ایڈیشن میں تکمیل و طباعت کا سال 1891 درج ہے۔ اسی میں خودنوشت سوانح عمری بھی شامل ہے جس میں اپنی عمر عزیز کے اخیر وقت کی سرگذشت انھوں نے رقم کردی ہے۔ یہ ایڈیشن عرصۂ دراز سے نایاب ہے۔ غالباً شاداب فاروقی اس ایڈیشن تک رسائی حاصل نہیں کر سکے اس لیے تسامح ہوا، اپنی مختصر خودنوشت سوانح عمری کے آغاز میں بابو اجودھیا پرشاد بہار اپنے مورثِ اعلیٰ اور خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں—

'یہ مشتِ خاک اجودھیا پرشاد ولد بابو گوپال لال بن بابو سمبہ لال بھنڈوری کہتری، وطن قدیم بزرگوں کا پٹیالہ تھا، نہ معلوم کب کس وجہ سے لالہ جین داس مورثِ اعلیٰ قصبہ منیر، پرگنہ ضلع پٹنہ میں تشریف لائے اور قیام پذیر ہوئے۔(3)

گویا آبائی وطن پٹیالہ رہا ہے، نہ کہ منیر، اپنی سوانح عمری میں اجودھیا بابو نے گرچہ سالِ ولادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے مگر اپنی روداد حیات کی جو تفصیلات قلمبند کی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی ولادت 1830 کے آس پاس ہوئی ہوگی۔ ولادت منیر ہی میں ہوئی۔

'جائے مولد راقم منیر ہے۔ جب سن تمیز کو پہونچا معلوم ہوا کہ بزرگوں کا زمانہ بہت کچھ موافق تھا، بڑے دولت مند تھے...... کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ دولت مندی جاتی رہی، نوکری پر دار و مدار رازقہ کا ہوا'۔(4)

والد بابو گوپال لال کی ملازمت اور مالی فراغت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

'والد بزرگوار از روئے قانون بست وسوم وقانون بست ہفتم 1814 وقانون پنجم 1831 بمنصفی تھانہ جات غربی شہر پٹنہ حسب اسناد مرقومات 24/ستمبر 1828 و 1832 وکیل و بضلع مرزاپور قانون گوئی و بضلع پٹنہ بحکمۂ ڈپوٹی کلکٹر مہتمم بندوسیف محالات مضبوطہ قانون دوم 1819 روبکار نویس تھے، 1846 میں مظفر پور تشریف لائے بحکمہ مسٹر چارلس چاسن صاحب سپر نٹنڈنٹ مختار کاری کرتے رہے، پانچ چار سو روپے ماہانہ کماتے رہے بعد ازاں محکمۂ مذکور بچند تھانہ جات، تھانے دار رہے، فی الحال خانہ نشین ہیں۔ الا بہت کچھ کام دیہی و درباری باغ و پھلواری کا بذاتِ خاص نگرانی فرماتے ہیں'۔ (5)

واضح رہے کہ والد بزرگوار کئی ملازمتوں میں رہے، 1846 میں مظفر پور چلے آئے اور اخیر میں چالیس برس تک تھانے دار بھی رہے۔ اجودھیا پرشاد نے 1855 اور 1856 کے دوران اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اس کی وضاحت ان کے لفظوں میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

'ضلع ھٰذا میں تھانے دار تھے، راقم عہدۂ کمشنری نیلام پرگنات منیر وغیرہ متعلقہ کلکٹری ضلع پٹنہ جس میں سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی بذریعہ کمیشن تھی، حاصل کئے ہوئے تھا۔ اس عہدے پر منشی محمد اسحاق صاحب ساکن و مالک موضع ٹیکوی پرگنہ ترسٹہ ضلع ھٰذا سرفراز تھے، راقم سے محبت ہوئی چال وچلن پر اعتماد ہوا، سرشتہ علاقہ کیا، کام سکھایا، اکثر عوض دیا......

اسی درمیان ان کے والد بزرگوار شدید علیل ہوئے تو بہار اپنے کام چھوڑ کر ان کی خدمت کے لیے دو چھوٹے بھائیوں کے ساتھ تھانہ روسنڈا چلے آئے۔ پھر 1857 کی ہنگامی صورتِ حال سامنے آگئی۔ انھوں نے منیر دوبارہ جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ ان کی پہلی اہلیہ کا 1851 میں زچگی کے دوران انتقال ہوگیا تھا۔ دوسری شادی پٹنہ میں ہوئی لیکن 12/نومبر 1877 کو بہار کو پھر داغ

مفارقت سہنا پڑا۔ تیسری شادی 1879 میں موضع اتھروا، پرگنہ جریل، متصل جنک پور ہوئی تھی۔ دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی ولادت ہوئی۔

اجودھیا پرشاد بہارؔ کے تین بھائی تھے۔ بابو متھورا پرشاد، بابو مہادیو پرشاد، اور بابو پچھی پرشاد۔ مہادیو پرشاد منتظر شاعر بھی تھے۔ 1859 میں ان کے والد نے ملازمت چھوڑ دی اور پھر وہ لوگ شہر مظفر پور کے علاقہ سریا گنج میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔ سوانح عمری میں لکھتے ہیں۔۔

'چار برس تھانہ روسنڈا میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا کہ والد بزرگوار بترک نوکری 1859 میں مظفر پور تشریف لے آئے اور کرائے کے مکان میں بمحلہ سریا گنج قیام پذیر ہوئے۔ بابو متھورا پرشاد و بابو مہادیو پرشاد دو چھوٹے بھائیوں کو داخل اسکول کیا و بابو پچھی پرشاد جن کی پیدائش بمقام روسنڈا ہوئی تھی، گھر پر بقلم پانے لگے مجھ کو تلاش نوکری ہوئی۔ پولس ہی کی طرف طبیعت راغب تھی۔ جمعداری و نائب دار دغگی میں عوضی جانے لگے، کچھ کمانے لگے'۔

پھر پیہم دو حادثات ہوئے۔ بابو متھورا پرشاد، جنھوں نے انگریزی، فارسی اور ہندی زبانیں پڑھی تھیں مختار کاری بھی پاس کر چکے تھے، گورنمنٹ اسکول میں ماسٹر تھے، عالم جوانی میں ہی چل بسے۔ بابو پچھی پرشاد جو ابھی زیرِ تعلیم ہی تھے اور تجارتی نکتوں پر گہری نگاہ رکھتے تھے، بائیس برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ تیسرے بھائی بابو مہادیو پرشاد نے بھی انگریزی، فارسی اور ہندی زبانوں میں تعلیم حاصل کی اور پھر وہ سرکاری ملازمت میں رہے۔ 1865 میں کلکٹری کے ہیڈ کلرک رہے، سب رجسٹرار مظفر پور رہے، اور سب ڈپٹی کلکٹر نیز مجسٹریٹ کے عہدوں پر فائز رہے۔ اسی کے دو برسوں بعد اجودھیا پرشاد کو شمالی بہار کے پہلے اخبار 'اخبار الاخیار' کی ادارت سپرد کی گئی۔ رسالہ 'ریاض ترہت' یا 'گلزار بہار' میں اس منصب ادارت کا تذکرہ اس عنوان کے ساتھ مرقوم ہے۔۔

'خیابان ہفتم۔ درخاتمہ رسالہ با کیفیت رہائی از مظلمہ فہمائش سرشتہ وپہونچنے بمقام مظفر پور ومشغول ہونے بکار ایڈیٹری، 'اخبار الاخیار' متعلقہ سین ٹلک سوسیٹی، صوبہ بہار۔

اس عنوان کے بعد اجودھیا پرشاد بہار نے دربھنگہ کے قیام اور ملازمت کو ترک کرنے کے اسباب پر مختصراً روشنی ڈالی ہے اور وہاں ان کے خلاف جو سازشیں ہوتی رہی تھیں، ان کا ضمناً تذکرہ کرنے کے بعد درج ذیل صراحت کی ہے:

'حاصل کلام تعلقات دربھنگہ کو چھوڑ انیسوں جلیسوں سے منھ موڑا مقام مظفر پور میں آیا۔
جناب انیس الغربا، محبّ الفقرا، کریم الاخلاق، عمیم الاشفاق، سر آمد عمائد زمان، سرگروہ روسائے دوراں، عارج معارج والا مقامی، سکہ آرائے کشور نیکو نامی، صفائی ظاہری و باطنی، بدرجۂ کمال اخلاقِ محمدیؐ سے مالا مال، علوم و مروّت سے معمور، سخاوت و اولوالعزمی میں مشہور، عدل گستر و دوررس و روشن ضمیر، پاک نفس، ارسطو حکمت، فرشتہ صفت، عالی نسب، والا حسب جناب مکرمت مآب حضرت سید امداد علی خانصاحب مدظلہ العالی جج اسال کاز کورٹ با ختیار صدر امین اعلی بدرجہ اوّل، ضلع ترہت نے قدر دانی فرمایا، سررشتہ ایڈیٹری متعلقہ برٹش انڈین اسیوسی ایشن، صوبۂ بہار سپرد راقم کیا'۔

والد گرامی نے اسّی 80 برس سے زیادہ کی عمر پائی۔ ان کی حیات میں ہی بابو اجودھیا پرشاد بہار کو میونسپل کمشنری اور آنریری مجسٹریٹ کے عہدے مل گئے تھے۔ اچھی خاصی جائداد و اراضی کے مالک بھی ہو گئے تھے۔ والد گرامی کے متعلق لکھتے ہیں کہ

'...... خوش نصیبوں میں ہوں کہ والد بزرگوار سرپرست موجود ہیں۔ اسّی 80 برس سے زیادہ کی عمر ہے۔ صرف بالوں کی سفیدی سے پیری نمایاں ہے نہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ قوت جسمانی و روحانی تو ایسی ہے کہ اس زمانے کے جوانوں کو نصیب نہیں ہے۔ معاملہ مقدمات چالیس پچاس قلم چھوٹا بڑا ملکیت اور دس بارہ قطعہ بنگلہ کمرہ مکانات اور پانچ چار قطعہ باغ و پھلواری جو اس وقت تک ایشور نے بخشا ہے نگرانی بذاتِ خود فرما رہے ہیں۔ ان کی ذات بابرکات کے باعث بہت کچھ بےفکری اور آسانی ہے۔......'

اخیر وقت فارغ البالی کے ساتھ گزرا۔ جب تک بقید حیات رہے شعر و شاعری کا شوق بھی رہا۔ مشاعروں میں بقیدِ صحت، پابندی کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ ان کی شاعری روایتی رنگ ہی کی حامل ہے۔ البتہ اردو نثر نگاری کا سرزمین بہار میں یہ وہ دور تھا جس میں سرسید کی سادہ بیانی اور اسلوبی سادگی کی روایت پنپنے لگی تھی اور اجودھیا پرشاد بہار نے بھی اس جدید نثری روایت سے روشنی حاصل کی تھی۔

1857 کے واقعات نے ہندستانی سماج پر گہرے اثرات مرتسم کیے تھے۔ دھیرے دھیرے سوچنے سمجھنے اور جینے کا انداز تبدیل ہوتا گیا۔ رومانیت پسندی کی جگہ حقیقت پسندی راہ پاتی گئی اور

عصری زندگی کے معاملات و مسائل پر غور و فکر کیا جانے لگا، تاریخ کے اس موڑ پر اردو نثر اور صحافت نے اہم کام انجام دیے۔ عوامی ذہن و مزاج کی تربیت بھی اسی وسیلے سے ہوئی اور اضمحلال و بے حوصلگی، پست ہمتی و مایوسی اور غفلت و بے حسی کے ماحول سے باہر نکلنے کا رجحان نمایاں ہونے لگا۔ اردو صحافت کی ضرورت اور اہمیت شمالی بہار میں بھی محسوس کی گئی اور اس علاقے کے مختلف گوشوں سے اخبارات و رسائل کا اجرا ہوا۔

'اردو زبان و ادب کی اشاعت میں شمالی بہار کی صحافت نے بھی اعجاز دکھلایا ہے۔ 1868 میں مظفر پور میں سائنٹفک سوسائٹی کا قیام نیک فال ثابت ہوا اور اسکے تحت 'اخبار الاخیار' کا اجرا قابل ستائش ہے۔ اس کے مدیر منشی اجودھیا پرشاد بَہار تھے۔ 1878 میں چھپرہ سے 'نسیم سارن' دربھنگہ سے 1904 میں ناصر دہلوی کی ادارت میں 'مسیحا' کا اجرا اور 1906 میں کھجوہ (سیوان) سے 'الشمس' کا شائع ہونا دلیل نیک ہے'۔

گویا اب تک کی تحقیقات کی رو سے شمالی بہار کے پہلے صحافی بابو اجودھیا پرشاد بَہار ثابت ہوئے ہیں جنھوں نے 1857 کے تقریباً دس برس ایک اردو اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔

بابو اجودھیا پرشاد بَہار کی دو مکمل نثری تحریریں میں نے تلاش بسیار کے بعد حاصل کی ہیں۔ ایک تو رسالہ 'گلزار بہار' یا 'ریاض ترہت' کا پہلا ایڈیشن مطبوعہ 1868 ہے اور دوسری نثری تحریر ان کی خودنوشت سوانح عمری ہے جس کی اشاعت 1891 میں ہوئی تھی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا اجودھیا پرشاد بَہار شعر و شاعری سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ راج لائبریری، دربھنگہ سے اور ان کی متذکرہ تحریروں سے چند غزلیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جنھیں آئندہ صفحات میں یکجا پیش کر دیا گیا ہے۔

بابو اجودھیا پرشاد بَہار ابتدائے سن شعور یعنی 1853 سے ہی راج دربھنگہ کی نوکری کرتے رہے۔ نائب محافظ دفتری کے عہدے پر تھے۔ 21/اکتوبر 1860 کو مہاراجہ مہیشر سنگھ بہادر آنجہانی ہوئے تو اس وقت ان کے بیٹے مہاراجہ لچھمیشر سنگھ نا بالغ تھے۔ اس لیے جیمس فرلانگ، مستقل جنرل منیجر مامور ہوئے۔ انگریز انتظام کاروں نے اجودھیا بابو کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے انھیں ترقی دے دی اور وہ نائب محافظ دفتری سے محافظ دفتری کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مگر چھ برس بعد ملازمت سے برطرف کر دیے گئے۔ 'ریاض ترہت' کے ابتدائیہ سے علم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہی انھوں نے اس کی تصنیف شروع کی۔

رفع بے شغلی کے لحاظ سے یہ بات جی میں ٹھہرائی کہ جہاں کہیں اتنے دنوں رہے، نیک و بد سے وہیں کے حال کو دوستوں کی مفارقت اور اپنے ملال کو بطور تواریخ لکھیے، دل کو بہلائیے، احباب کو دکھلائیے، آئندہ کو نشانی رہے، اپنی لن ترانی رہے، دیکھنے والوں کا دل شاد ہو، اپنی طبیعت بندِ فکر سے آزاد ہو، لکھا ہوا یادگار ہوگا، دشمنوں کو خار ہوگا، دوستوں کو خوشگوار ہوگا اور ہم نے جو اس قدر لکھا ہے، بے شغلی کا شغل کیا ہے، کسی سے کچھ انعام کی خواہش یا کسی کو نذر دینا مقصود نہیں ہے، اپنی التجا کسی سے بجز معبود نہیں ہے۔ قدرداں جب دیکھے گا، قدر دانی کرے گا، خود مہربانی کرے گا'۔

اس رسالے کو درج ذیل سات خیابانوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر ان کے ذیلی عنوانات قایم کیے گئے ہیں۔

خیابان اول: مشتمل بر بست وسہ گل

گلِ اول: در ذکر جناب معلیٰ القاب مہاراجہ صاب لچھمیشر سنگھ بہادر نا بالغ زاد حشمتہم رئیس اعظم ترہت

گلِ دوم: در بیانِ خاص قصبۂ دربھنگہ مع وجہ تسمیہ و کیفیتِ عمارات مہاراجی وغیرہ

گلِ سوم: در کیفیت باغِ مہاراجہ بہادر و آم جو مطبوعِ طبعِ خاص و عام ہے، او سکے اوصاف میں

گلِ چہارم: ہاتھیوں کے بیان میں

گلِ پنجم: گھوڑوں کے اوصاف میں مع کیفیتِ لینِ سرکاری واقع موضع لووسپہ و دیگر مقامات

گلِ ششم: در بیانِ کیفیتِ چکر واقعِ پوکھر ہڑاہی مع وجہ تسمیہ ہڑاہی و پوکھر گنگا ساگر وغیرہ معِ نقشہ چکر

گلِ ہفتم: در کیفیتِ زراعتِ غلہ و نیل و زرخیزیِ زمین مع دیگر چند حالات تمامے ضلع ترہت

گلِ ہشتم: در صنعتِ کاریگران نجار و زرگران وغیرہ

گلِ نہم: در اوصافِ بارچۂ کوئی جو بہترین تحفۂ ترہت ہے

گلِ دہم: مچھلی کی کثرتِ خرچ میں

گلِ یازدہم: دہی کے اوصاف میں

گلِ دوازدہم: چال وچلن میں تربیتوں کے

گلِ سیزدہم: در بیانِ حالِ سابھا و عجیب و غریب رسوماتِ شادیِ برہمنانِ میتھل و تربتیا کایستھ

گلِ چہار دہم : ایک عجوبہ تہوار موسومہ جوڑ سیتل کے بیان میں

گلِ پانز دہم : تعزیہ داری کی کیفیت میں

گلِ شانز دہم : کملا و جیو چھ ندیوں کے بیان میں وجہہ تسمیہ

گلِ ہفتد ہم : ایک فقیر نانک شاہی کے استھان کے اوصاف میں

گلِ ہیژدہم : چند بزرگانِ اسلامیہ کے مزاروں کے بیان میں

گلِ نوزدہم : اسکول کے ذکر میں

گلِ بستم : ہسپتال یعنی شفاخانہ کے بیان میں

گلِ بست و یکم : در ذکرِ علما و فضلا و جلسۂ مشاعرہ کے بیان میں

گلِ بست و دوم : اگریکلچرل ایگزی بیشن یعنی نمائشگاہِ مقامِ مظفر پور کے بیان میں

گلِ بست و سوم : مجلسِ برٹش ایسوسی ایشن و سین ٹیفک سوسائیٹی، صوبۂ بہار مقام مظفر پور کے بیان میں

خیابانِ دوم : شعرِ حقیقتِ متھلا دیس مع وجہہ تسمیہ با کیفیتِ جنک پور رو راج ریاست خاندانِ راجہ جنک اور مہا پرلے اور جگون کے بیان میں

خیابان سوم : در بیانِ حقیقتِ حصولِ راجِ ترہت بخاندانِ مہاراجہ بہادر، نابالغ مع شجرۂ خاندانِ پنڈت رائے حاصل کنندۂ راج ترہت

خیابانِ چہارم : در بیانِ حالِ مہاراجگانِ خاندانِ پوانر و خاندانِ اونوارو خاندانِ کنہڑورہ بھور علی تسلسل ابتدائے 496 بغایت 1275 فصلی عہدۂ دولتِ مہاراجہ بہادر نابالغ کرسی نامہ و شجرہ

خیابانِ پنجم : در بیانِ پانچ وہدّ ہت و پنکھت برہمنانِ سوتیان، خاندانِ مہاراجہ بہادر نابالغ

خیابانِ ششم : نسبتِ پائداری دار الفناو حکایت و شکایتِ زمانہ و اہلِ زمانہ

خیابانِ ہفتم : در خاتمۂ رسالہ با کیفیتِ رہائی از مظلمۂ فہمائش سر رشتہ جاتِ کورٹ و پہونچنے بمقام مظفر پور و مشغول ہونے بکارِ ایڈیٹری اخبار الاخیار، برٹش انڈین ایسوسی ایشن سین ٹیفک سوسائیٹی، صوبہ بہار

منقولِ بالا عنوانات اسی انداز سے زینت تصنیف ہیں۔ پہلے باب میں مہاراجہ لچھمیشر سنگھ کی تعریف بیان کی گئی ہے جن کی زمینداری ترہت، مونگیر، بھاگلپور اور پورنیہ کے ایک وسیع و عریض خطے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی فیاضی اور دریا دلی کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے۔

'ہزاروں بندگانِ الٰہی دربار عالی سے رازقہ پاتے ہیں، دوشالے اوڑھتے ہیں، نعمتیں کھاتے ہیں۔ 1273 فصلی مطابق 1865 کی قحط سالی میں ہزاروں روپے کنگلوں کو عطا کیے، کھانے کو دیے، گھر بنوا دیے۔ سبب زندگی محتاجان و مسکینان، ذات والا صفات مہاراجہ بہادر کی ہوئی۔ اگر اس سرکار سے توجہ اور خبر گیری نہ ہوتی، لوگ بیماری اور فاقہ سے صحت نہ پاتے، مرجاتے'۔

سطور بالا میں 1865 کی زبردست قحط سالی کا تذکرہ ہے اور اس کی صراحت بھی ہے کہ دربھنگہ کے مہاراجہ نے قحط زدہ لوگوں کی بھرپور امداد کی۔ عام لوگوں کی زندگی کی حفاظت اور سہولت کے لیے اہم اقدامات کیے گیے جن کے نتیجے میں عوام نے راحت کی سانس لی۔ پہلے باب کے دوسرے حصے میں شہری ماحول پر روشنی ڈالی ہے اور تحریر کیا ہے کہ 'لوگ فارغ البال ہیں اور علم و ہنر کی چرچا کمال ہے'۔ اسی باب کے آخر میں دربھنگہ کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔

'وجہ تسمیہ لکھنا ضرور ہے چونکہ اس مقام سے شمار بنگال ہے اس لیے نام اس کا دربنگال تھا جو کثرت استعمال سے اب دربھنگہ مشہور ہے'۔

تیسرے حصے میں مہاراجہ کے باغات کا تذکرہ ہے اور آموں کی تفصیل خصوصیت سے پیش کی گئی ہے۔ بمبئیا، مالدہ، دڑما، لڈوا، کشن بھوگ، گوپال بھوگ، لاٹ پکی، حلوا دلدل، گگریا، سیندوریا، خربوزوا، لنگڑا، محبوب کیلوا، بھدّیا اور مہاراج پسند آموں کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد پھولوں اور پھلوں نیز پودوں کے سلسلے میں معلومات درج ہیں۔ چوتھی شق میں مہاراجہ کے ہاتھیوں، فیل خانہ اور فیل بانوں کا تذکرہ ہے جبکہ پانچویں حصے میں گھوڑیوں، گھوڑوں اور ٹٹوؤں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

دربھنگہ میں چار بڑے بڑے تالاب، گنگا ساگر، ہڑاہی، دِگھی اور مچھی ساگر، ایک دوسرے سے قریب واقع ہیں۔ چھٹے حصے میں یہ نشاندہی کی گئی ہے کہ جی۔ اے۔ گریہم نے حاجی محمد واحد علی خاں، رئیس دربھنگہ کے مشورے پر تالابوں کے چاروں طرف سڑک بنوائی تھی تاکہ ان کی تفریحی اہمیت میں اضافہ ہو۔ ساتویں حصے میں اس علاقے کی زرخیزی پر روشنی ڈالی ہے۔ آٹھویں حصے میں یہاں کی صنعتوں کے سلسلے میں معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔ فیل دنداں کا ہودج، عماری، پاندان، عطردان، گلاب پاش، تماشے کے جہاز وغیرہ نہایت خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے بنائے جاتے رہے ہیں۔ فیل دنداں کی سیتل پاٹی اور اس کے مورچھل کی صنعت بھی یہاں کی ایک مقبول اور اہم صنعت ہے۔ سونے چاندی کے زیورات بنانے کا کاروبار بھی یہاں کا اہم شغل

ہے۔ علاوہ ازیں، اس علاقے میں اُگنے والی ایک مخصوص گھانس سے بھی مختلف النوع چیزیں بنائی جاتی رہی ہیں۔

'اس ضلع میں سینک ایک قسم کی گھانس ہوتی ہے، افراط سے ملتی ہے۔ مستوراتیں، شریف و رذیل کی، اس کا ظروف، پٹارا پٹاری چوگھڑا، حسن دان، پنکھا، چنگیری عمدہ ستھری کیا ہی خوب بُنتی ہیں۔ رنگا رنگ سے خانہ بندی کرکے نئی نئی وضع کا گل بوٹا بناتے ہیں وعلی ہٰذا رومال، خوان پوش، تکیہ غلاف، دستی، لڑکوں کا فرغل، ٹوپی، ریشم، الوان رنگا رنگ سے گندہ کپڑوں پر بیل بوٹا ترنج حوض، حاشیہ بہت ہی اچھا تیار کرتے ہیں۔ تختہ گلزار کر دکھاتے ہیں۔ کشمیر کے شال بافوں کو شرماتے ہیں'۔

اقتباس بالا سے مترشح ہے کہ مختلف پیشوں کے لوگ اپنے اپنے ہنر میں پختہ تھے اور کمال فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ نویں حصے میں 'زدکوٹی' کی صنعت کا تذکرہ ہے۔ یہ ایک قسم کا کپڑا ہے جس سے دھوتی، مرزائی اور کمر بند وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ اسی باب میں 'مکھانا' کی مخصوص آبی فصل کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ دسواں حصہ مچھلی کی پیداوار سے متعلق ہے۔ اس علاقے کے مشہور ذائقہ دار دہی کی خصوصیت اس کے بعد کے حصے کا موضوع ہے۔

'علی الخصوص وہ دہی جو سوتیوں کے گھر بانس کے چنگیروں میں جمایا جاتا ہے، میوہ و خوشبو دیکے بنایا جاتا ہے، نہایت خوب ہوتا ہے، مرغوب ہوتا ہے، کرختگی میں پنیر ہے، ذائقہ میں بے نظیر ہے، جو کوئی ذرا سا کھائے ہونٹ چاٹتا رہ جائے، اگر دیوار پر مارے چمٹ جائے'۔

اس باب کا بارہواں حصہ اس لیے بھی دلچسپ ہے کہ اس میں ترہُت کے باشندوں کے چال چلن اور رہن سہن پر روشنی ڈالی گئی ہے، لکھتے ہیں:

'اس ضلع کے آدمی نرم زبان، شیریں سخن ہوتے ہیں...... دو بدو نہیں لڑتے ہیں، خانہ جنگی کم کرتے ہیں'۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے۔

'...مگر اکثر بدقول و خوشامدی ہوتے ہیں، غیبت کی عادت ہے۔ عداوت، عبادت ہے۔ کثیف پوش، کثیر خوار ہوتے ہیں۔ ننگے سر، ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ ایک دھوتی، ایک تولی جسکو گمچھا بھی کہتے ہیں، اوسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جب کہیں تکلف سے جاتے ہیں، پگڑی، مرزائی ایزاد کرتے ہیں۔ مکان کا ہی ٹٹی کا بناتے ہیں۔ بانس اور گھانس پر مدار ہے۔... آتش زدگی کی کثرت

ہوتی ہے۔ گھنٹہ بھر میں گاؤں کا گاؤں پھک جاتا ہے، صحن صفا، میدان نظر آتا ہے'۔

تیرھویں حصے میں برہموں کی شادی بیاہ سے متعلق سیوراٹھ پرگنہ ہاٹی کے اس میلے کا تذکرہ ہے جس کے ذریعے آج بھی گرمئی بازار قائم ہے۔ یہ ہندستان ہی نہیں، دنیا کا ایک عجیب و غریب میلہ ہے۔ جس میں 'لڑکی' اور 'لڑکے' کا بازار لگتا ہے۔ چھان بین اور خرید و فروخت کا ہنگامہ رہتا ہے۔ مول گوتر (حسب نسب) سے مطمئن ہو جانے کے بعد 'لڑکے' کی قیمت لگائی جاتی ہے اور وہیں پھیرے بھی لگ جاتے ہیں۔

'اس ضلع میں ایک کیفیت عجیب و غریب ہے جو کسی اور اقلیم کو نہیں نصیب ہے۔ ایام لگن بیاہ میں بموضع سیوراٹھ پرگنہ ہاٹی ایک جلسہ موسومہ 'سابھا' ہوتا ہے۔ گرم بازار لین دین روپے کا ہوتا ہے۔ برہمناں میتھِل قریب لاکھ، سوا لاکھ کے جمع آتے ہیں۔ رام لعل چودھری زمیندار کی طرف سے بہت کچھ کھانے کو پاتے ہیں۔ دس برس سے غایت ستر برس کی عمر والوں کی شادی ہوتی ہے'۔

اس علاقے کے ایک دلچسپ تیوہار 'جوڑ سیتل' کی تفصیل چودھویں گل میں پیش کی گئی ہے۔

'تمامی ہندستان میں رواج ہے کہ بروز سنکرانت، سب کوئی ستّو و پانی اور ٹھنڈی چیزیں برہموں کو کھلاتے ہیں۔ دان پُن کرتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں۔ اور اس تہوار کو ستوان بولتے ہیں۔ مگر اس ضلع میں ستوان کی صبح ایک تہوار ہوتا ہے جسکو جوڑ سیتل کہتے ہیں۔ باسی پانی سے نہاتے ہیں۔ سیتلا دیبی کی پوجا کرتے ہیں۔ رات کا پکا باسی کھاتے ہیں۔ صبح سے دو پہر دن تک شریف، رذیل، امیر غریب کیچڑ کادو میں لت پت ایک دوسرے کو تر کرتا ہے۔ کوئی کسی کی نہیں سنتا ہے۔ مسافر کو راہ چلنا دشوار ہوتا ہے۔ انکار میں تکرار و مار ہوتی ہے۔ پھر ڈیڑھ پہر دن باقی رہے تمامی خلقت گانوں کے گانوں، جُھنڈ کے جُھنڈ کاچھا باندھے لاٹھی لیے شکار کو نکلتے ہیں۔ گانوں کے آس پاس کہیں گیدڑ، کہیں کھرہا، جو پاتے ہیں، مار ڈالتے ہیں۔ شام کو گھر میں آ یہ مارا، وہ مارا کہہ کہہ کر جوانمردی ظاہر کرتے ہیں، شیخیاں بگھارتے ہیں'۔

جوڑ سیتل کی روایت تو اب بھی برقرار ہے۔ مگر شکار کھیلنے اور کیچڑ سے کھیلنے کا رواج اب ختم ہو چکا ہے، پندرھویں حصے میں رسمِ تعزیہ داری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سولھویں حصے میں کملا اور جیو چھوندیوں سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ سترھویں حصے میں موضع سوبھنکر پور، دربھنگہ کے بابا راجہ رام فقیر نانک شاہی کے فضائل و کرامات مذکور ہیں۔ اٹھارہویں حصے میں حضرت سید علی

ابدال قدس سرہ، حضرت مخدوم شاہ عبدالرحمٰن شطاری، حضرت مخدوم شاہ ابوالفتح سرمست وغیرہ باکمال بزرگوں کا ذکر خیر ہے۔

انیسواں اور بیسواں حصّہ بالترتیب اسکول اور شفا خانے کے بارے میں ہے۔ جبکہ اکیسویں حصّے میں اس عہد کے علما اور فضلا کے حالات قلمبند کیے گیے ہیں۔ اسی میں سید مرشد حسین کامل دھرمپوری کا تذکرہ بھی ہے جو شمالی بہار میں شعر وسخن کے ذوق کو پروان چڑھانے میں پیش پیش رہے۔ ان کا تذکرہ بڑے اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے:

"... بجہتِ قیام، عالمِ دین و فاضِل بیین جامع علوم عقلی ونقلی و مشاقِ مسائلِ حکمت و منطق، واقف رموز فقہ و فرائض، کاشفِ نکاتِ احادیث وتفسیر، خوش تحریر، رئیس الاطبا و افضل الشعرا جناب مولوی سید محمد مرشد حسین صاحب متخلص کامل مدظلہ اللہ تعالیٰ کہ علوم عربیہ میں محقق المتاخرین و مخرالمتقدمین جناب مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کے، وفن شاعری میں خواجہ محمد وزیر لکھنوی متخلص بہ وزیر کے شاگردِ رشید ہیں، شعروسخن کا مشغلہ ہوا۔ طالب العلم آنے لگے، علوم عربیہ وغیرہ پڑھانے لگے۔ طبابت جاری ہوئی۔ لوگ صحت پانے لگے۔ الحاصل صدہا آدمی جناب موصوف کے حلقۂ شاگردی میں دوآئے"۔

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید محمد مرشد حسین کامل اپنے عہد کے ایک اہم اور ممتاز عالم و شاعر تھے۔ رسالہ نگار نے ایسے متعدد حضرات کا تذکرہ کیا ہے جو ان کے حلقۂ شاگردی میں آئے اور مشہور ہوئے۔ مولوی سید عبدالحی ذبیح، مولوی صفی الدین حسین، منشی مہا دیو پرشاد منتظر، منشی بہاری لعل فطرت، منشی کیولا پرشاد، منشی بدری ناتھ شبنم، مولوی کمال الدین عباس، رام چرن لعل، منشی گوپال جی، وارث علی خاں منشی، منشی رحیم اللہ ناظر، منشی صفی الرحمٰن، راج اندر سہائے عشرت، منشی ایزد بخش، امرت لعل ناظر وغیرہ کامل دھرمپوری کے مشہور شاگرد ہوئے۔

جنوری 1865 میں شہر مظفر پور میں ایک میلہ لگا تھا اس کی تفصیل بائیسویں حصّے میں ہے اس میلے کے اہتمام اور ساز وسامان کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

'باہتمام جناب مسٹر اے۔ جے۔ الیٹ کلکٹر و مجسٹریٹ بہادرو جناب فیاضِ زمان والا شان فخرِ ہندستان جناب مولوی سید امداد علی خاں صاحب بہادر جج اسمال کاز کورٹ باختیارِ صدر امینِ اعلیٰ درجۂ اوّل ضلع ترہت گھڑ دوڑ کے میدان میں جو بہت وسیع ہے۔ ترتیب پایا تھا۔ صوبۂ بہار کے راجگان و بابوان و امراو رؤسا و زمیندار ان و مہاجنان نے انواع و اقسام اجناس و اشیا و اسلحہ

عمدہ ترین و جانوران ہاتھی، گھوڑا، عربی، ترکی و جنگلی گھوڑے جو صفِ اعدا سے منھ نہ موڑے، گائے، بیل، سانڈ، بکرا بکری، درند پرند بہترین نمائش گاہ میں واسطے نمائش کے بھیجے تھے و خود بھی سازوسامان ہاتھی، گھوڑے، سوار پیادے، ہودج، عماری، بگھی، جوڑی اپسی شتری آتے گئے۔

تیسویں حصے میں سائن ٹفک سوسائٹی کے قیام کی تفصیل درج ہے جس کے لیے سرکاری اسکول میں ایک جلسہ ہوا تھا، اور وہیں سوسائٹی کے ترجمان 'اخبار الاخیار' کا اجرا بھی ہوا۔ اس بیان کی تاریخی اہمیت ہے اور اس سے وضاحت ہوتی ہے کہ شمالی بہار اور خصوصاً مظفرپور میں تعلیم جدید کا چرچا انیسویں صدی کے تقریباً وسط میں شروع ہو چکا تھا۔ اس سلسلے کی اطلاعات ملاحظہ فرمائیں:

'اس ضلع میں فی الحال داد گستر جناب مسٹر ای اس پیرسن صاحب بہادر جج و عادلِ زمان ولیم مسٹر مورس بفورٹ صاحب ایڈیشنل جج بہادر و جناب مولوی سید امداد علی خاں صاحب بہادر جج اسمال کاز کورٹ باختیارِ صدر امین اعلیٰ درجۂ اوّل و فریادرسِ مظلومات مسٹر ای سی منگلس صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر جلوس فرما ہیں۔ ان سب صاحبوں کے عدل و انصاف سے رعایا برایا شاد ہیں۔ افترا سے مفتریوں کے آزاد ہیں۔ جناب مولوی سید امداد خاں صاحب بہادر نے تاریخ 27/فروری 1868 کو بہ مشورۂ جملہ رؤسا و اہلکاران مہاجنان و زمینداران قصبہ مظفرپور تدبیر معقول واسطے رفاہ ہند تجویز فرما کر ایک مجلس گورنمنٹ اسکول میں ترتیب دی تھی جس کے چیرمین یعنی صدرِ انجمن جناب ڈاکٹر ولیم اسٹوارٹ فیلن صاحب بہادر انسپکٹر اسکول ہائے صوبۂ بہار تھے۔ اوس مجلس میں یہ بات قرار پائی کہ ایک درخواست بامیدِ توسیعِ طریقۂ تعلیمِ علومِ اعلیٰ بزبانِ ملکی اور تقررِ قاعدۂ امتحانِ یونیورسٹی بزبانِ مروجۂ ہندوستان و عطائے سند و لقبِ لیاقتِ اعلیٰ بحضورِ نواب گورنر جنرل بہادر با جلاسِ کونسل بذریعہ مجلس (سین ٹفک سوسیٹی) جس کے سکریٹری خود جناب مولوی صاحب موصوف ہوں، روانہ ہو۔ چنانچہ حسب روداد مجلس 15 و 25/مارچ سنہ صدر بتاریخ 10/اپریل وہ درخواست بدستخط ایک سو پچیس اشخاص کے بحضور ویسرائے نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل روانہ ہوئی۔ وہ درخواست بموجبِ حکم 13/اپریل سنہ رواں بتاریخ 27/ ماہ مرقوم بحضور نواب گورنر جنرل بہادر با جلاس کونسل درپیش ہو کر بجوابِ عرضداشتِ مذکور چھٹی سکریٹری گورنمنٹ ہند بنامِ سکریٹری برٹش انڈین ایسوسی ایشن صوبۂ بہار صادر ہوئی۔ تب سے آمادگی کمال ہے۔ چھاپہ خانہ قایم ہو کر اخبار نکلتے ہیں۔ بڑی بڑی کتابوں کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اگر خدائے جل شانہ کو منظور ہوا تو علوم و فنون کی بہت جلد ترقی ہو جاوے گی۔ بندہ اس جلسہ کا راقمِ اخبارِ معتبر

ہے، ملقب بلقب ایڈیٹر ہے'۔

رسالے کے خیابان دوم میں متھلا دیس کی حدود اربعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے راجہ جنک اور ان کی مملکت کا ذکر ہے ساتھ ہی اہم دیوتاؤں اور ندیوں کے نام بھی رقم ہیں۔ ریاست جنک پور کے پہلے حکمراں راجہ پنم سے آخری حکمراں راجہ کرتی تک، کل چھپن (56) حکمرانوں کے نام تحریر کیے گیے ہیں۔ راجہ کرتی کے بعد یہ خاندان بے نشان ہوگیا۔ تیسرے خیابان میں راج پاٹ کے حصول سے متعلق معلومات ہیں جبکہ چوتھے باب میں ترہت کے راجاؤں کے مختلف خاندانوں کا ذکر ہے اور پانچویں باب میں برہمنوں کے مختلف گوتروں کا تذکرہ ہے۔ چھٹے باب میں زندگی اور دنیا کی ناپائیداری موضوع تحریر ہے اور ساتواں باب دربھنگہ چھوڑ کر مظفر پور آنے اور 'اخبار الاخیار' کی ادارت سنبھالنے کے واقعات پر مبنی ہے۔ اخیر میں اس کی وضاحت بھی ہے کہ بابو مہابیر پرشاد، اسسٹنٹ منیجر، مولوی تلطف حسین سر رشتہ دار و منشی بھگوان سہائے پیش کار اور ہریش چندر مکرجی، سپرنٹنڈنٹ کی سازشوں سے بابو اجودھیا پرشاد بہار کی نوکری معطل کی گئی تھی۔ مقدمہ چلا تو ان کی ہی جیت ہوئی اور پھر انھیں مناسب مناصب بخشے گیے:

'روشن ضمیر جناب فیض مآب مسٹر فریڈرک ایم ہلیڈی صاحب کلکٹر بہادر ماذوف تحقیقات کو اوسی مقدمہ کی روداد سے راقم کی بے قصوری ثابت ہوئی۔ میرے کلامِ صادق کی تصدیق ہوئی۔ معزول پر حیرت ہوئی، عدل نوشیروانی کو کام فرمایا۔ سارٹیفکٹ صفائی اور نیک چلنی بخطِ انگریزی عنایت کیا اور سررشتۂ فارسی میں اوبکار لکھوایا۔ گورنمنٹ میں سفارش کر منظوری منگا بعہدۂ میونسپل کمشنری و انزیری مجسٹریٹی۔ قصبۂ مظفر پور، ترہت قرار دیا'۔

اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ عبارت میں قافیہ پیمائی اور تکلفات کا جوزور ابتدائی حصے میں نمایاں نظر آتا ہے اور اخیر تک برقرار نہیں رہا۔ یوں عمومی طور پر ان کی نثر میں مترادفات کے استعمال کی کثرت ملتی ہے اور زبان فارسی کا گہرا اثر بھی۔ سرسید کی سادہ علمی نثر کی طرف وہ مائل تو تھے لیکن عملی طور پر اسے قبول نہیں کر پائے تھے۔ مقفٰی اور مسجع عبارت آرائی میں بسا اوقات پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے اور اسلوب تحریر گنجلک معلوم ہوگیا ہے۔ جملوں میں بے جا طوالت بھی ہے مگر یہ اس عہد کی تحریر کا خاصہ بھی تھا۔

'ریاض ترہت' کی بہ نسبت ان کی خودنوشت سوانح عمری کی عبارت نسبتاً صاف ہے۔ قافیہ نگاری کا بھی اہتمام خاص نہیں ہے البتہ افعال کے استعمال کا انداز وہی ہے۔ اسلوب تحریر زیادہ

نظری ہے۔ تصنع کم از کم ہے اور انداز بیان واقعیت آمیز ہے۔ معلومات بھی یہاں زیادہ ملتی ہیں۔

اخبار الاخیار کی ادارت کی ذمے داریاں سنبھالنے کے بعد بابو ایودھیا پرشاد بہار کے اسلوبِ تحریر میں واضح فرق نمایاں ہونے لگا تھا۔ ظاہر ہے یہ سرسید کی اصلاحِ زبان کی تحریک کا ہی اثر تھا ورنہ اسلوب کا وہ ادق کلاسیکی رچاؤ لکھنؤ اور پھر شمالی بہار کے طبقۂ اشرافیہ کے لیے ناگزیر تھا۔

بہار نے اپنی تحریروں میں انگریزی الفاظ تو استعمال کیے ہیں، ہندی اور دیسی یا علاقائی الفاظ کا استعمال بھی روا رکھا، جہاں کہیں میتھلی زبان کے الفاظ آئے ہیں وہ یا تو کسی علاقائی رسم، رواج یا کسی مخصوص چیز سے متعلق ہیں۔ بہار نے سرسید کی نثر کا براہِ راست اثر قبول کیا اور اس کے مطابق حتی الوسع اپنے اسلوبِ تحریر کو تبدیلیوں سے روشناس بھی کیا۔ دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیں جو ان کی سوانح عمری سے ماخوذ ہیں اور جنھیں 1889 سے 1891 کے درمیان بھی لکھا گیا۔

’فروری 1874 سے آمد و رفت ریل گاڑی کا سلسلہ کلکتہ، دہلی وغیرہ سے یہاں تک جاری ہو گیا۔ انو سو گولی، ہتیا، حاجی پور، سیتا مڑھی، کوہی تک ریلوے لائن کھل گیا۔ دربھنگہ علاحدہ ضلع قائم ہوا۔ دیکھا دیکھی چند دوکانیں ہو گئیں، تو بھی شکر ہے کہ چھوٹے بڑے چالیس نوکروں کے ساتھ مجھ کو بھی رازق ملتا ہے۔ اچھی غذا کھاتے ہیں۔ پاؤں پھیلا کے سوتے ہیں۔ بالفعل کسی کے دیندار نہیں۔ بہت کام نہیں بڑھاتے۔ اپنی چادر سے باہر پاؤں نہیں نکالتے۔ حکامِ ضلع و صاحبان کوٹھی نیل خریداران ہیں۔‘

’تجارت کے لیے دولت کی چنداں ضرورت نہیں۔ دیانتدار اور محنتی ہونا چاہیے۔ غرور و طمع بدبختی کی نشانی ہے۔ عزیزو! ضرور تجارت کی طرف دھیان دو، خود مینوفیکچرر ہو، دوسرے ملک کی چیزوں کے محتاج نہ بنے رہو۔ اگر دوسرے ملک والے انواع و اقسام کی چیزیں یہاں لاتے ہیں، دولت تمھاری لوٹ لے جاتے ہیں، نفع کثیر اٹھاتے ہیں تو تم بھی تقلید کرو۔ اتفاق باہمی کرو۔ گھر سے باہر نکلو۔ تجارت کے ساتھ دنیا کی دید کرو۔ سستی و کاہلی بری عادت ہے۔ اس سے بہت کچھ نقصان ہوتا ہے، عمر عزیز کو مفت میں کھوتا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ جوانی میں محنت، خوش انتظامی، کفایت شعاری، عزت، نیک نامی، ایمانداری کے ساتھ روپیہ حاصل کرے۔ حصولِ زر میں محنتی اور جفاکش ہونا چاہیے اور اس کے خرچ کرنے میں فیاض و دلیر۔‘

ان اقتباسوں سے مترشح ہے کہ بہار کے اسلوبِ تحریر میں خاصی تبدیلی آئی اور ان کے اس رسالے اور ”اخبار الاخیار“ کے ذریعے ادبی حلقوں میں متعارف و مقبول بھی ہوئی۔

شعر و ادب کی بے جان روایتوں میں بہار کی جو (چار) غزلیں دستیاب ہو گئی ہیں انھیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے رنگِ قدیم ہی کی پیروی کی۔ جدتِ فکر ان کی غزلوں میں نہیں ملتی، احساسات کی تازگی اور افکار کی وسعت بھی موجود نہیں ہے۔ اشعار عام فہم ہیں مگر ان میں ایسی کوئی خوبی و خوش اسلوبی نہیں کہ جسے تخلیقی ندرت کے دائرے میں رکھا جا سکے۔

اس وقت تک شمالی بہار کی سرزمین سرسید کی اصلاحی تحریک کو پوری طرح قبول نہیں کر پائی تھی اس لیے مرکزی جگہوں پر رونما ہونے والی تبدیلیوں کی رفتار یہاں سست تھی۔

بابو اجودھیا پرشاد بہآر کی غزلیں

(1)

ہر اک رنگ میں جلوہ گر ماہ رو ہے ۔۔۔ اوسی کا یہ جلوہ، اوسی کی یہ بو ہے
اٹھ اب خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا ۔۔۔ ترے سامنے وہ کھڑا دو بدو ہے
وہ ہے پاس تیرے، تو ڈھونڈے ہے کس کو ۔۔۔ یہ غفلت ہے تیری کہ تو کو بہ کو ہے
دیا سر کو منصور نے راہِ حق میں ۔۔۔ کہ کونین میں اب وہی سرخ رو ہے
درِ دوست پر کب رسائی ہو تیری ۔۔۔ ترا نفس کافر، ترا ہی عدو ہے
پریشان ہے عشق کا کل میں اے دل ۔۔۔ غضب ہے کہ بھول و بھلیاں میں تو ہے
نہ مایوس ہو رحمتِ حق سے ہرگز ۔۔۔ کہ قرآں میں آیا لاتقنطو ہے
نہیں اضطراب اے بہآر اب کسی طرح ۔۔۔ فقط اس سے ملنے کی اب آرزو ہے

(2)

جس گلستان میں بوٹا سا قدِ یار نہیں ۔۔۔ پھول ہیں خار بیاباں، وہ گلزار نہیں
اے اجل تو ہی مسیحائی کو بیمار کے آ ۔۔۔ ایسے بیمار کا اب کوئی مددگار نہیں
تلخ کامی سے موا جاتا ہے بیمار ترا ۔۔۔ زہر ہی دیدو، اگر شربتِ دیدار نہیں
موت آجائے کہیں رفع ندامت ہو جائے ۔۔۔ ایسی رسوائی کا جینا ہمیں درکار نہیں
کوہِ غم سر پہ ہے دل زیرِ غبارِ رنجش ۔۔۔ ایسی حالت میں ہمیں زندگی کیا بار نہیں
جس طرح رخ پہ ترے، زلف یہ بل کھاتی ہے ۔۔۔ اس طرح من پہ بھی لہراتے کبھی مار نہیں
ہے جنوں بر سر جوش آئی ہے کیا فصلِ بہآر ۔۔۔ دھجیاں اڑ گئیں، جامے میں کوئی تار نہیں

(3)

ہمیشہ کرتے ہو تم قول پر قرار نہیں
ذرا بھی وعدہ کا صاحب کے اعتبار نہیں

وفائے وعدہ کی امید کیا رکھوں ادن سے
کہ جن کے قول کا کچھ فعل پر مدار نہیں

مدام رہتی ہے غیروں سے کانٹ چھانٹ ہمیں
زبان اپنی کم از تیغِ آبدار نہیں

ہمیشہ لکھتا ہوں دنداں کے موتیوں کی صفت
وہ کون شعر ہے اپنا جو آبدار نہیں

عبث ملول خزاں میں ہوئی ہے اے بلبل
خزاں کے بعد پھر آئے گی کیا بہار نہیں

(4)

یک عمر سے سرگشتۂ صحرائے جہاں ہوں
غیر اپنا نہیں پاتا ہوں میں، ہوں میں جہاں ہوں

عابد کہیں، معبود کہیں، رندِ زماں ہوں
طالب کہیں، مطلوب کہیں، مقصدِ جاں ہوں

میں خود ہی سمجھتا ہوں کہ میں کیا ہوں، کہاں ہوں
مَیں مَیں ہوں جہاں ہوں، میاں میں ہوں جہاں ہوں

صیّاد کا کھٹکا ہے نہ گلچیں کا گلہ ہے
مَیں بلبلِ شیدائے گلستانِ جناں ہوں

تقدیر کا قائل ہوں، نہ تدبیر کا پابند
اس ہر دو جہاں کا میں خود ہی شاہِ شہاں ہوں

کعبہ میں، جگر ناتھ میں، گرجا میں، میں میں ہوں
ہر گھر میں نہاں ہوں، میاں ہر گھر میں عیاں ہوں

ہے کفر جو لوں نام سوا اپنے کسی کا
میں خود ہی ہر اک رنگ میں یاں جلوہ کناں ہوں

ہے شیخ و برہمن کو مرے نام کی سمرن
زنار ہوں تسبیح کے دانوں میں نہاں ہوں

گل ہوں، کہیں گلچیں ہوں، کہیں بلبلِ نالاں
گاہے ہوں بہار اور گہے بادِ خزاں ہوں

تلخیص ''ریاض ترہت''

ادائے ثنائے خالق ارض و سما کا زبان بشر سے امکان نہیں۔ حقیقت تو یوں ہے کہ فرشتوں کے منہ میں زبان نہیں۔ ہم جیسے بندگانِ ناچیز پر اس قدر لازم و واجب ہے کہ ہر آن و ہر زمان یادِ خدا سے دل کو شاد رکھیں اور اس کی وحدتِ وجودی و شہودی و خلاّقی و رزّاقی و صفاتِ کاملہ پر اعتقاد رکھیں۔ اس فرستادگانِ برگزیدہ و مرسلانِ پسندیدہ پر ایمان لائیں۔ طریقۂ ضلالت و گمراہی کو دل سے بھلائیں۔ ان کے قول پر چلیں۔ ان کے افعال کی تقلید کریں۔ اس کی جزا میں گلشنِ بہشت کی دید کریں۔ سب چیزوں میں اسی کا جلوہ و نور ہے۔ حاصلِ کلام انسان کو ہر حال میں کوشش ادراک ذاتِ پاک کی ضرورت ہے۔

وجہِ تالیفِ رسالہ

یہ خوشہ چینِ خرمنِ اہلِ کمال احقر العباد بندہ اجودھیا پرشاد متخلص بہ بہار خلف بابو گوپال

لال صاحب کھتری متوطن منیر شریف، پرگنہ منیر، ضلع پٹنہ بہ ہم رکابِیِ خدامِ والدِ بزرگوار، اس ضلع ترہت، بمقام مظفرپور آیا۔ والدِ بزرگوار 1846 میں بذریعۂ مختار کاری محکمۂ تھاک بست تشریف لائے تھے۔ بعدہٗ بہ چند تھانہ تھانے دار رہے، صاحبِ اقتدار رہے۔ اب بہ ترکِ نوکری خوش اوقاتی کے ساتھ خانہ نشین ہیں۔ راقم ابتدائے سنِ شعور یعنی 1853 سے بذریعۂ نوکریِ سرکار اوقات گزاری کرتا رہا، خیر خواہی میں مرتا رہا۔ بہ تاریخ 21 اکتوبر 1860 روز یکشنبہ مہاراجہ مہیشر سنگھ بہادر، مہاراجہ دربھنگہ بیکنٹھ باشی ہوئے۔ (انگریزی حاکموں کی ایک طویل فہرست درج ہے، جن کی ایما پر) جناب مسٹر سی پی کسپرز صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر بہ تجویز حاکمانِ ضلع بہ تاریخ 23 اکتوبر 1860 روزِ سہ شنبہ بمقامِ دربھنگہ تشریف لائے۔ مال اسباب جہاں تک پایا، جو کچھ ہاتھ آیا، ضبط فرمایا۔ قائم مقام جنرل منیجر ہوئے۔ بعدہٗ بہ تجویز حاکمانِ ضلع بہ تاریخ ہٰذا جناب مسٹر جیمس فرلانک صاحب، مستقل جنرل منیجر مقرر ہو کر تشریف لائے...... جناب بابو اشوتوش دھر صاحب و جناب بابو گریش چندر داس صاحب، اسسٹنٹ جنرل منیجر، کہ یہ صاحبان رئیس کلکتہ، 'امیر کبیر' علمِ انگریزی میں بے نظیر' خلق و مروّت سے معمور، 'عُجب و نخوت سے دور' ہمراہ صاحب جنرل منیجر تشریف لائے تھے۔ خاوندی و قدردانی سے صاحبانِ موصوفین کے احقر عہدۂ نائب محافظ دفتری سے بعہدۂ محافظ دفتری، دفاترِ راج' دربھنگہ ترقی پایا۔ عزیزان و احباب باغ باغ ہوئے اور میں بھی مسرور ہوا۔ قدردانی سے ان صاحبوں کی ممنون و مشکور ہوا۔ تینتیس سر رشتے ابتدائے راج سے عہدِ مہاراجہ بہادر بیکنٹھ باشی تک جو بہ زبان ہندی و بخطِ ترہوتا وغیرہ محض ابتر و پریشان تھے، مع دیگر کاغذات از قسمِ فرمانِ شاہی و قبالہ ہائے خریداری املاک و فیصلہ ہائے تکرارِ سرحد و سیوانہ راج و جمع واصل باقی وغیرہ تا بہ جنم پتر مہاراجگانِ پیشین و حال، غرض کل کاغذات متعلقہ راج سپرد و ترقی خواہ ہوئے۔ القاب معتمد الخدمت سے سرفرازی ہوئی۔ ایک اسسٹنٹ و چند محرران ماتحت ملے۔ بہر صورت ممتازی ہوئی۔ کاغذاتِ ابتر و پارینہ کی ترتیب میں بہت حیرانی کھینچی، بڑی پریشانی کھینچی۔ تھوڑے عرصے میں دفتر خانہ قائم کیا۔ ترتیبِ کاغذات و سر رشتوں کے انتظام کی وجہ سے ایسی واقف کاری بہم پہنچی کہ دیکھنے والوں کو حیرت آئی۔ حکّام جو بتقریبِ دورۂ سالانہ تشریف لاتے رہے، ترتیبِ کاغذات و سر رشتہ ہائے دفتر خانہ کو ملاحظہ کر کے صلۂ آفرین و تحسین عطا فرماتے رہے۔ صاحب جنرل منیجر و اسسٹنٹ منیجران کی بھی مہربانی لامحدود ہوئی۔ خوشنودی و کار گزاری کے سرٹیفکیٹ و پروانہ عطا کیے۔ روز بروز صورتِ ترقی نمود ہوئی مگر افسوس کہ ابنائے جنس

کو حسد بے حد پیدا ہوئی مگر اپنے کو اس کی مطلق پرواہ نہ ہوئی۔ خاوند کی قدر دانی پر مرتے رہے ہردم خیر خواہی کا دم بھرتے رہے۔ اسی حالت میں چھ سال تک بہ حسن و خوبی انتظام کیا، مگر خیر خواہی نے کام نہ کیا، قدر دانی نے تھام نہ لیا۔ دشمن کا منتر کارگر ہوا۔ خاوند کی تسخیر کی، کچھ ایسی تدبیر کی۔ غرض اپنی بعینہ وہ کیفیت ہوئی جو اس بیچارے خیر خواہی کے مارے کی صورت ہوئی جس کی صراحت سطور ذیل میں منقول ہے۔

صاحب جنرل منیجر نے حاسدوں کے افسوں کو ذرا بھی نہ سمجھا۔ غور و تامل کو مطلق کام نہ فرمایا۔ کس و ناکس کی تمیز نہ کی۔ سچ ہے جہاں کہیں پابندیٔ آئین نہ ہو، صیغۂ اپیل نہ ہو، عزل و نصب بید خاص مانا ہو، وہاں جو نہ ہو سو تھوڑا ہے۔ سمجھا کہ خدمتِ گورنمنٹی سے چھڑا کر گردش طالع یہاں لائی تھی، جہاں ایسی خود رائی تھی۔ حاسدوں کا تیر بہدف دیکھ کر یکا یک زبان پر آیا

جفائیں جو جو کہ تم نے کی ہیں — وہ لوح سینہ پہ سب لکھی ہیں

غرض بے کاری کا رنج کمال ہوا، دل کو ملال ہوا۔ خدا کو رزاقِ حقیقی سمجھ کر چپ ہو رہے۔ جب وحشت ہوتی تھی، دل کو سمجھاتے تھے۔ قصص و حکایات میں بے کاری کے دن کاٹتے تھے، دل بہلاتے تھے۔ دشمنوں کے حق میں دعا کرتے ہیں، سپرد خدا کرتے ہیں۔ خدا عادل ہے، دادگر ہے، انصاف ور ہے، مسبب الاسباب، ذی شان ہے، رزق رسان ہر ذی جان ہے۔ نعم البدل اس نوکری کا خدمتِ گورنمنٹی عنایت کرے گا، راحت مرحمت کرے گا۔ افسروں کی بدسلوکی سے بہ فکر نبھائش سررشتہ چودہ مہینے اور بھی قیام کرنا پڑا۔ اکثر بے شغلی ہونے لگی۔ یارانِ جو فروش گندم نما نے آنا جانا چھوڑا۔ یک قلم ملاقات سے منھ موڑا۔ بے شغلی سے طبیعت گھبرا گئی تھی۔ نہ گھر میں جی لگتا تھا، نہ باہر دل لگی ہوتی تھی۔ رفع بے شغلی کے لحاظ سے یہ بات جی میں آئی، یہ تدبیر ٹھہرائی کہ جہاں کہیں اتنے دنوں رہے، نیک و بد ہے، وہاں کے حال کو، دوستوں کی مفارقت اور اپنے ملال کو بقدر تواریخ لکھیے۔ دل کو بہلائیے، احباب کو دکھلایئے۔ آئندہ کو نشانی رہے، اپنی لن ترانی رہے۔ دیکھنے والوں کا دل شاد ہو، اپنی طبیعت بندِ فکر سے آزاد ہو۔ لکھا ہوا یادگار ہوگا، دشمنوں کو خار ہوگا، دوستوں کو خوش گوار ہوگا۔

خیابان اول

گل اول: رئیس اعظم ترہت جناب مہاراجہ لچھمیشر سنگھ بہادر دام اقبالہ و جناب مہاراج

کمار بابو رامیشر سنگھ صاحب بہادر دام اقبالہ کی اضلاع ترہت، مونگیر و بھاگل پور و پورنیہ میں زمینداری ہے۔ سوائے علاقہ جات ڈیوڑھیات و بابوان بیس لاکھ سے زیادہ کی تحصیل ہے۔ نوکر چاکر، سوار پیادہ، ہاتھی گھوڑا، ہودج، عماری، اسپ، شتری، کل سامانِ عیش و نشاط، فرحت و انبساط بیشتر از بیشتر موجود ہے۔ قدرتِ حق نمود ہے۔ ہزاروں بندگانِ الٰہی، دربارِ عالی سے رازقہ پاتے ہیں، دوشالے اوڑھتے ہیں، نعمتیں کھاتے ہیں۔ 1272 فصلی مطابق 1865 کی قحط سالی میں ہزاروں روپے کنگالوں کو عطا کیے۔ کھانے کو دیے، گھر بنوا دیے۔ سبب زندگی محتاج و مسکین ذاتِ والا صفات مہاراجہ بہادر کی ہوئی۔ اگر اس سرکار سے توجہ و خبر گیری نہ ہوتی، لوگ بیماری فاقہ سے صحت نہ پاتے، مر جاتے۔ ابھی مہاراجہ بہادر و بابو جی دونوں صاحبان صغیر سن ہیں۔ کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ چوں کہ اقبال بلند، ذہن رسا، طبع ارجمند ہے، اشغالِ مشق علوم پسند ہے۔ انگریزی و فارسی و شاستر پڑھتے ہیں۔ نام خدا ذہن رسا روز بروز نئے نئے مضمون گڑھتے ہیں۔ ہمت عالی ہے۔ جود و کرم کی وضع خاص نکالی ہے۔ تھوڑے دنوں میں جب بالغ ہونگے بڑے بڑے کام کریں گے، نام کریں گے۔ خدا ان کو شاد رکھے، آباد رکھے۔ سدا بول بالا رہے، بدخواہوں کا ان کے منھ کالا رہے۔ ہم بھی اس گھر کے چھ برس تک نمک خوار تھے۔ صاحب اعتبار، ذی اقتدار تھے۔ گو اب نہیں ہیں تو بھی دست بہ دعا ہیں، راضی بہ رضا ہیں۔ یک بہ یک مجبوری ہوئی۔ ایسے دربارِ عالی وقار سے دوری ہوئی۔ دل سے کہتا تھا، ہر دم یہی خیال رہتا تھا کہ جب مہاراجہ بالغ ہوں گے، تحصیلِ علوم سے فارغ ہوں گے، ہم سب جلسۂ مسند نشینی کی دید کریں گے، صبح و شام عید کریں گے۔ پر یہ بات ہمارے دل کی دل میں رہی، یہ حسرت آب و گل میں رہی۔ خدا وہ دن جلد لائے، خاوند کو با کرّ و فر مسندِ فرماں روائی پر بٹھائے۔ الٰہی جب تک چشمۂ خورشید میں آب و تاب رہے، وہ بلند اقبال مظفر و کامیاب رہے۔ حافظِ حقیقی نگہبان رہے، محافظ و مہربان رہے۔

گلِ دوم:

سبحان اللہ قصبۂ دربھنگہ بھی ضلع ترہت میں عجیب مردم خیز مقام ہے۔ ہر طرف اہلِ فضل و ہنر کا اژدہام ہے۔ عالم عامل فقیر کامل، جو جو اہلِ فن ہیں، یکتائے زمن ہیں۔ بڑے بڑے تجار، صاحب اقتدار رہتے ہیں، لین دین، خرید و فروخت اجناسِ نادرہ کا کرتے ہیں۔ بلے بقال بھی اپنی کھوی فروشی میں فارغ البال ہیں۔ علم و ہنر کا چرچا کمال ہے۔ ہر فرد و بشر اکتسابِ علم سے نہال

ہے۔ اکثر لوگ وضع دار ہیں۔ رنگین مزاج وطرحدار ہیں۔ جس طرف جائیے حسینوں کا میلا ہے، عاشقوں کا ریلا ہے، بدنصیب یہاں اکیلا ہے۔ آب و ہوا نہایت مرطوب ہے، فضائیت خوب ہے۔ جہاں کہیں سیر کو جایئے، ہرا بھرا پایئے۔ ہر گلی کوچہ پُر فضا ہے جس پر اور شہروں کی آبادی زہتی ہے۔ عمارات خوش وضع، بلند و مرتفع ہیں۔ عمارت مہاراجی پر تو بالکل گمانِ طلسم ہے۔ انواع نقش و نگار سے مرتسم ہے۔ ہندس و فلسفہ کی عقل پر حیرانی و زاول ہے۔

گل سوم:

رام باغ و شام باغ و دل خوش کن باغ، مہاراجہ صاحب کے ایسے باغ ہیں کہ جن کے رشک سے رضواں کے دل میں داغ ہیں۔ روشیں صاف ہیں، کیاریاں شفاف ہیں، تختہ بندی معقول ہے، عجیب عجیب پھول ہے۔ کہیں نہر کے کنارے سرو آزاد ہے، جس پر دلِ قمری برباد ہے۔ نہ کہیں گرد ہے نہ کہیں غبار ہے۔ سبزہ سیراب، صحنِ چمن زمرّد گوں، ہرا بھرا لہلہاتا۔ جانورانِ صغیر و دلکش، خوش رو خوش گلو کا درختوں پر چہچہا۔ حوض و تالاب، خانۂ باغ پر سرِ شام جلسہ، رنگا رنگ مچھلیوں کا تیرنا، کودنا۔ مرغابی و دیگھوج و میل، سرار و سرخاب کا جھیلنا عجیب لطف دکھاتا ہے۔ نمونۂ قدرتِ خدا نظر آتا ہے، تماشائی اطراف و جوانب سے جوق جوق آتے ہیں، ہفتہ ہفتہ اپنا کاروبار چھوڑ یک قلم سیر کرتے ہیں۔ باغ باغ ہوجاتے ہیں۔ صبح سے شام تک درِ دولت سے درِ باغ تک میلا ٹھیلا کی کیفیت رہتی ہے، مسرور طبیعت رہتی ہے۔ قیصر باغ لکھنو و کلکتہ کے سرکاری باغ کا تماشہ نظر سے گر گیا۔ روضۂ رضواں کی دید سے فرشتوں کا دل پھر گیا۔ ہر شخص کا پھولوں سے معطر دماغ ہے۔ دیدۂ فلک نے بہ چشمِ انجم نہ دیکھا ہوگا، ایسا باغ ہے۔ آم یہاں کے شیریں عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ ہر امیر و غریب کو نصیب ہوتے ہیں۔ بمبئی و مالدہ ایسے نازک ملتے ہیں کہ بے چھیلے ہوئے چھلتے ہیں۔ نہایت شیریں ہوتے ہیں، رنگین ہوتے ہیں۔ ایک ایک آم خام، دو دو سیر، اڈھائی اڈھائی سیر پختہ وزن میں ہوتا ہے کہ جس کے کھانے کا شوق مُردوں کو کفن میں ہوتا ہے۔ وڑما ولڈوا و سفید دریا و گکڑیا وہ خربوزوا و لنگڑا و محبوب کیلوا و بھدیا، ایک سے ایک بہتر ہے۔ سبحان اللہ مہاراج پسند عجیب آم ہے کہ مطبوعِ طبعِ ہر خاص و عام ہے۔ اگر رضوان ایک فاش کھائے، ہونٹ چاٹتا رہ جائے، خوشی سے پھول جائے، میوہ ہائے بہشت کو یک قلم بھول جائے پوست کا باریک، شیرے کا پتلا، خستہ کا چھوٹا، معطر ہے۔ قندِ مکرّر سے زیادہ

اٹھا، سب آموں میں بہتر ہے۔ فقیر علی خاں لکھنوی کا سفیدا، میر تو گل علی بخشی مہاراجہ بہادر کا انمولوا، اس کے آگے گرد ہے۔ نایاب آموں میں فرد ہے۔ بمبئی اسکے آگے گھٹا ہے، مالدہ پھیکا ہے۔ کیری اس کی جب تک ہری ہے، ایک سبز پری ہے۔ جب پکتا ہے، رنگت میں حور ہے، بو باس میں کافور ہے، ذائقے میں خوش گوار ہے، پر ہائے برگ سے اڑنے کو تیار ہے۔

گل چہارم:

جنگل نیپال و بھوٹان کی قربت کی وجہ سے ہاتھیوں کی یہاں بڑی کثرت ہے۔ ہاتھی جو سرکار مہاراج بہادر کے فیل خانے میں ہیں، ان کی تعریف تو امکان سے باہر ہے۔ زبانِ قلم بیان سے قاصر ہے۔ ایک ایک ہاتھی کوہ تمثال جس کے دیکھنے سے شہر ژیان کا زہرہ آب ہو جائے۔ صورت کو دیکھ کر ہیبت کھائے، تھم نہ سکے، رم جائے۔ دانت ان کے بڑے بڑے طلائی، عجیب کیفیت دکھلاتے ہیں، ابر میں بجلی چمکاتے ہیں، ہوا میں بادل اڑاتے ہیں۔

گل پنجم:

گھوڑے، گھوڑیاں، ٹٹو، ٹانگن اس دیار کے ایسے تیز رہوار ہوتے ہیں، چستی و چالاکی کا وہ دم بھرتے ہیں کہ لاکھ تگ و دو کیا، بہت ہاتھ پاؤں مارا، ثانی ان کا دیکھا نہ چالا۔ دو چار مقام اس ضلع کے ایسے خوب خوش اسلوب ہیں کہ آب و ہوا وہاں کی گھوڑوں کے حق میں اس قدر مفید ہے کہ اور دیار کے سوداگر عربی، تازی، ترکی گھوڑے لا یہاں کی آب و ہوا کھلا ہفتے عشرے میں پری زاد بنا لے جایا کرتے ہیں۔ گھوڑیاں ایسی تیز و چالاک نکلتی ہیں کہ ہوا سے باتیں کرتی ہیں۔ جب صورت، سیرت میں خوب ہوں تو کیوں نہیں ہر کسی کو مرغوب ہوں۔

گل ششم:

اس قصبۂ دربھنگہ میں گنگا ساگر و ہڑا ہی و دگھی و پچھی ساگر، یہ سب تالاب ایسے بڑے بڑے ہیں کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے کا آدمی نظر نہیں آتا ہے۔ دوپہر میں ادھر کا آدمی ادھر نہیں جاتا ہے۔ لوگ بگھیوں پر صبح و شام ہوا کھانے آتے ہیں۔ طبیعت بہلاتے ہیں۔ مسٹر جی ایم گریہم صاحب سابق اسسٹنٹ کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر نے باہتمام و تجویز حاجی محمد واحد علی خاں صاحب، یکے از رؤسائے قصبہ، جو مردم خلیق، مرجع لیق، ذی اقبال، عدیم المثال ہیں، یہ چکر بنوایا تھا۔ سرکار دولت مدار سے آفرین و تحسین کا صلہ پایا تھا۔

گل ہفتم:

یہ ضلع وسیع ترین اضلاع صوبۂ بہار ہے۔ نہایت آباد، سرسبز، سراپا بہار ہے۔ اتر اس کے نیپال ہے، دکھن دریائے گنگ، پورب ضلع مونگیر و بھاگلپور، پچھم چمپارن و سارن ہے۔ زمین و آب و ہوا اس ضلع کے واسطے ہر اقسام زراعت کے موافق حال ہے۔ زرخیز کمال ہے۔ زمین ہمیشہ سیراب رہتی ہے۔ ندیاں، نالے، جھیل پوکھر بہتات سے ہیں۔ تخم جلد اگتا ہے۔ کم تردد میں بہت محاصل ہاتھ آتا ہے۔ زمین دور رس ہے۔ تجارت نیل کی خوب ہوتی ہے۔ اہلِ فرنگ کو زیادہ زمرغوب ہوتی ہے۔

گل ہشتم:

درد دگران یہاں کے، فیل دنداں کا ہودج، عماری، پاندان، عطردان، گلاب پاش، تماشے کے جھاڑ ایسے خوش اسلوب بناتے ہیں جس کو دیکھ کر کاریگرانِ فرنگ شرمائیں۔ اگر دعوائے ہمسری کریں تو منہ کی کھائیں۔ خصوصاً فیل دنداں کی سیتل پاٹی نہایت نرم، باریک کم وزن جس کا تین تاؤوزن چکنی ستھری چمک دمک میں پکھراج سے افزوں جس کے دیکھنے سے آنکھوں کی خیرگی ہو جائے۔ نگاہ کام نہ کرے۔ اگر ہوشیاری سے اس پر نہ چلے تو دفعتاً پھسل پڑے۔ فیل دنداں کا مورچھل نہایت باریک بناتے ہیں۔ بال سے پتلا کر دکھاتے ہیں۔ فرقے میں زرگروں کے ایک قوم کہار ہوتی ہے۔ ضلع میں کثرت سے بودو باش رکھتی ہے۔ سونے چاندی کے زیورات بہت نفیس بناتے ہیں۔ مندیلہ وکنک سے بھی اچھا کام کر دکھاتے ہیں۔ اکثر ایسے مشبہ تراش ہیں کہ ولایتی چیزوں کے نمونے میں اصلاح دے کر ایسی صفائی سے چیز بنائی ہے کہ دیکھنے والوں کو حیرت آئی ہے۔

گل نہم:

ایک قسم کا کپڑا بنام زرکوٹی معروف ہے، چند خوبیوں سے موصوف ہے۔ ساکنان اس ضلع کے بہت پسند کرتے ہیں۔ دھوتی، مرزائی، کمر بند بناتے ہیں۔ دھونے سے رنگ نہیں جاتا۔ کوٹی کا ڈھنگ نہیں جاتا۔

گل دہم: چھینا کی مٹھائی سے متعلق ہے۔

گل یازدہم: دہی کی تعریف میں ہے۔

گل دوازدہم:

اس ضلع کے آدمی نرم زبان، شیریں سخن ہوتے ہیں۔ دو بدو نہیں لڑتے ہیں۔ خانہ جنگی کم کرتے ہیں۔ مگر اکثر بدقول و خوشامدی ہوتے ہیں۔ غیبت کی عادت ہے، عداوت عبادت ہے۔ کثیف پوش، کثیر خوار ہوتے ہیں۔ ننگے سر، ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ ایک دھوتی، ایک تولی، جسے گمچھا بھی کہتے ہیں۔ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جب کہیں تکلف سے جاتے ہیں، پگڑی، مرزائی ایزاد کرتے ہیں۔ مکان کا ہی مٹی کا بناتے ہیں۔ گھاس اور بانس پر مدار ہے۔ تین ہی روز میں مکان عالیشان تیار ہے۔

گل سیزدہم:

اس ضلع میں ایک کیفیت عجیب وغریب ہے جو کسی اور اقلیم کو نہیں نصیب ہے۔ ایامِ لگن بیاہ میں بہ موضع سیو راٹھ پرگنہ ہاٹی ایک جلسہ موسومہ سابھا ہوتا ہے۔ گرم بازار لین دین روپے کا ہوتا ہے۔ برہمنان میتھل قریب لاکھ سوا لاکھ کے جمع آتے ہیں۔ رام لعل چودھری زمیندار کی طرف سے بہت کچھ کھانے کو پاتے ہیں۔ دس برس سے غایت ستر برس کی عمر والوں کی شادی ہوتی ہے۔ کسی کی خانہ آبادی، کسی کی بربادی ہوتی ہے۔ چونکہ پانج اور پنکھٹ اور پدھت ہیں، روپیہ لیتے ہیں اور جو ذات میں نیچے ہوتے ہیں، روپیہ دیتے ہیں۔ شادی میں کسی قسم کا تکلف نہیں کرتے۔ ہمسر اپنا دیکھ کے کمی و بیشی، ذات میں لین دین روپے کا ہوکر مجرد لڑکا چلا جاتا ہے۔ لڑکی کا باپ آگ کے نزدیک وید پاک پڑھتا ہوا، لڑکی کا ہاتھ لڑکے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور اس وقت کچھ مختصر سا جاپ ہوتا ہے۔ عورتیں شریف ورذیل کی یکجا بیٹھ کر اور کسی موقعے پر کھڑی ہوکر جھومر زبان ترہت گاتی ہیں۔ چار روز تک مشاقین یعنی دولہا دلہن ایک گھر میں رہتے ہیں۔ مگر تخلیہ نہیں پاتے ہیں۔ عین وصل میں رنج مفارقت اٹھاتے ہیں۔ اس بیاہ کو پانی گرہن بیاہ کہتے ہیں۔

گل چہاردہم:

پندرھویں چیت سے پندرھویں بیساکھ کے اندر جب میکھ راس کی ربی یعنی سورج ہونگے، اس روز میکھ کا سنکرانت سمجھا جائے گا۔ تمام ہی ہندستان میں رواج ہے کہ بروز سنکرانت سب کوئی

ستو اور پانی، اور ٹھنڈی چیزیں برہمنوں کو کھلاتے ہیں، دان پُن کرتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں۔ اس تیوہار کو ستوان بولتے ہیں۔ مگر اس ضلع میں ستوان کی صبح ایک تیوہار ہوتا ہے جس کو جوڑ شیتل کہتے ہیں۔ باسی پانی سے نہاتے ہیں، شیتلا دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ رات کا پکا باسی کھاتے ہیں۔ صبح سے دوپہر دن تک شریف ور ذیل، امیر و غریب، کیچڑ کادو میں لت پت ہو کر ایک دوسرے کو تر کرتے ہیں۔ کوئی کسی کی نہیں سنتا ہے۔ مسافر کو راہ چلنا دشوار ہوتا ہے۔ انکار میں تکرار و مار ہوتی ہے۔ پھر ڈیڑھ پہر دن باقی رہے تمام ہی خلقت، گاؤں کے گاؤں، جھنڈ کا جھنڈ، کا چھا باندھے، لاٹھی لیے شکار کو نکلتی ہے۔ شام کو گھر میں آ، یہ مارا، وہ مارا کہہ کر جواں مردی ظاہر کرتے ہیں۔

گل پانزدہم:

محرم کی یہاں بڑی شہرت ہے، لیکن عجیب کیفیت ہے۔ عمائد کو عزاداری سے رغبت نہیں۔ تعزیہ دسپر کی کثرت نہیں، نہ کہیں مجلس ہوتی ہے، نہ ماتم ہوتا ہے۔

گل شانزدہم:

دربھنگہ کے قریب میں دو دریا متبرک ہیں۔ ایک موسوم بہ کملا، جانب مشرق بفاصلہ دو کوس۔ وہاں ماہ کا تک و ماہ ماگھ کی پورنماشی کو میلا ہوتا ہے۔ خصوصاً لاولد، حاجت مند، فرزند کے آرزو مند دور دور سے آتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ خالق کی ذات حاجت روائے حاجت منداں ہے۔ وہ اپنی قدرت سے ان کے کاشانۂ آرزو کو شمعِ جمالِ فرزند سے منور کرتا ہے۔ دھبہ لاولدی کا بذریعۂ غسل دریا کے مٹاتا ہے۔ مرادیں پانے والے اولاد سمیت آ کر ادائے منت و رسم موتراشی انجام دیتے ہیں۔

گل ہفدہم:

لب دریائے باگمتی متصل دربھنگہ واقع موضع سوبھنکر پور بابا راجہ رام فقیر نانک شاہی کا استھان ہے۔ اچھوں کی یہی پہچان ہے کہ آج تک جو حاجت مند جس غرض سے جاتا ہے اس کا مطلب بر آتا ہے۔ بہ عہد راجہ پرتاپ سنگھ کہیں سے آ گئے۔ لب دریا جگہ پسند پڑی، وہیں رہ گئے۔ مشہور ہے کہ عورت سے مرد اور مرد سے عورت بنا دیا۔ لوگوں کے کہنے سے بے موسم، بے وقت مینھ برسا دیا۔ ہزاروں عجیب و غریب معجزے زبان زد خاص و عام ہیں۔

گل ہشتدہم:

اس ضلع میں چند مزار ایسے ہیں کہ لوگ دور دور سے زیارت کے لیے آتے ہیں۔ حاجت مندوں کی مرادیں برآتی ہیں۔ رہوا درگاہ، مزار حضرت سید علی ابدال قدس سرہ، متصل قصبہ مظفر پور کے واقع ہے۔ یہ بڑے صاحبِ کرامات تھے۔ ہر سال شروع ساون سے نصف بھادو تک بروز پنج شنبہ سات میلے اس درگاہ میں ہوتے ہیں۔ حضرت کی اولاد میں سے حضرت شاہ ہدایت علی قدس سرہ سجادہ نشین تھے جو گذشتہ سال راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ اب جناب سید شاہ حسین علی صاحب ادام اللہ برکاتہ پوتے، برادر بزرگ سجادہ نشین مرحوم کے، جو قصبہ نوادہ، ضلع پٹنہ میں رہتے ہیں، اپنے چچیرے دادا کی جگہ پر سجادہ نشیں ہیں۔ بنیا بساڑھ کے مزار، متصل موضع بکھرا۔ صاحبِ مزار حضرت مخدوم شاہ فیاض شطار خلیفہ حضرت عبداللہ شطار علیہ الرحمتہ کے ہیں۔ جن سے طریقہ قادریہ، شطاریہ بڑے زور شور سے جاری ہے۔ والد ماجد آپ کے حضرت مخدوم شاہ علا، فرزندوں میں حضرت مخدوم شاہ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ کے ہیں، جن کا مزار شریف قصبہ منیر، ضلع پٹنہ میں آفتابِ نیم روز سے زیادہ روشن اور منور ہے۔

سریا گنج، قصبۂ مظفر پور کے حضرت مخدوم شاہ عبدالرحمٰن شطاری، صاحبزادۂ اوسط حضرت مخدوم فیاض شطار کے ہیں۔ یہ بزرگ بڑے صاحبِ کرامات ہیں۔ مزار حاجی پور جولبِ دریائے گنگ و گنڈک واقع ہے، متصل اس کے موضع تنگولِ مزار مقدس اکمل الکاملین حضرت مخدوم شاہ ابوالفتح حدیث اللہ سرمست قدس سرہ کا ہے۔ حضرت مخدوم، صاحبزادہ حضرت مخدوم فیاض شطار علیہ الرحمتہ مسبوق الذکر کے ہیں، حالاتِ کرامات آپ کے مشہور ہیں۔ نقل ہے کہ آپ نے حالتِ مستی میں اپنے برادر زادے کو، جو بہ عمر شش روزہ تھے، دریا کے اندر ڈال دیا اور فرمایا کہ حضرتِ خضرؑ آپ اس کی تعلیم کیجیے۔ اس حال کو دیکھ کر اس صاحبزادے کے والدین نہایت مضطر ہوئے مگر کچھ بول نہ سکے، لب کھول نہ سکے۔ بعد چھ سال کے جب آپ حالتِ سکر سے صحوہ میں آئے، ان کی والدۂ شریفہ نے شکایت اس فعل کی کر کے گریہ و زاری شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میں حاضر کرتا ہوں۔ دریا کے کنارے تشریف لے جا کر کہا کہ یا حضرت میرا بھتیجہ میرے پاس بھیج دیجیے۔ اسی وقت دریا جوش میں آیا اور صاحبزادہ زیور و لباسِ شاہانہ پہنے ہوئے دریا سے نکلے۔ اسی سن میں جمیع علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ علمِ عرفان آپ کا سارے جہان میں مشہور ہوا۔ اسمِ شریف آپ کا دیوان شاہ علی قدس سرہ ہے اور مزار مقدس آنحضرت کا

بندا ہا ہے۔

گل نوازدہم: مہاراجہ بہادر کی طرف سے ایک اسکول گھر ہے کہ علم و ہنر کادر ہے۔ انگریزی کی تعلیم خوب ہوتی ہے۔ حکام کو مرغوب ہوتی ہے۔

گل بستم: مہاراجہ بہادر کی طرف سے یہ خرچ کثیر اسپتال بنا ہے۔ ہزاروں امراضِ مہلک کی اس میں دوا ہے۔

گل بست و یکم:

اس مقام میں مولانا امام شاہ و مولانا بہرام شاہ بڑے بڑے فاضل پہلے تھے، اپنے علم و فن میں کامل تھے۔ رات دن درس و تدریسِ علوم میں مصروف رہتے تھے۔ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آخر قضا نے نہ چھوڑا۔ علم نے بھی اس قصبے سے منھ موڑا۔

گل بست و دوم:

بہ عہدِ حکمرانی حضرت ملکۂ معظمہ حسبِ تجویز جناب مستطاب معلی القاب نواب آنریبل سر بسل بیڈن صاحب لیفٹیننٹ گورنر بہادر، ممالکِ مشرقی ایک جلسۂ دربارِ عام موسومہ ایگری کلچرل اکزی بیش یعنی نمائش گاہ بہ اہتمام جناب مسٹر اے جے ایلیٹ، کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر و جناب فیاضِ زمان والا شان، فخرِ ہندستان جناب مولوی سید امداد علی خاں صاحب بہادر جج اسمال کاز کوٹ بہ اختیار صدر امین اعلیٰ درجۂ اول، ضلع ترہت، گھڑ دوڑ کے میدان میں جو بہت وسیع ہے، ترتیب پایا تھا۔

گل بست و سوم:

اس ضلع میں فی الحال دادگستر جناب مسٹر ای اس پیرسن صاحب بہادر جج و عادلِ زماں ولیم مسٹر مورس بفورٹ صاحب اڈیشنل جج بہادر و جناب مولوی سید امداد علی خاں صاحب بہادر جج اسمال کاز کورٹ بہ اختیار صدر امینِ اعلیٰ درجۂ اول و فریاد رسِ مظلوماں مسٹر ای سی منگلس صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر جلوس فرما ہیں۔ ان میں صاحبوں کے عدل و انصاف سے رعایا برایا، شاد ہیں۔ اِفترا سے مفتریوں کے آزاد ہیں۔ 27رفروری 1868 کو جناب مولوی سید امداد علی خاں صاحب بہادر نے بہ مشورۂ جملہ رؤسا و اہلکاران وہ مہاجنان و زمینداران قصبۂ مظفر پور تدبیر معقول واسطے رفاہ ہند تجویز فرما کر ایک مجلس جناب ڈاکٹر ولیم اسٹوارٹ فیلن صاحب بہادر، انسپکٹر

اسکول ہائے صوبۂ بہار تھے۔ اُس مجلس میں یہ بات قرار پائی کہ ایک درخواست بہ امید توسیع طریقۂ تعلیم علوم اعلیٰ بہ زبان ملکی او تقرر قاعدۂ امتحانِ یونی ورسٹی بہ زبان مروجۂ ہندستان وعطائے سند ولقب لیاقتِ علمی بہ حضور نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل بذریعۂ مجلس (سائنٹفک سوسائٹی) جس کے سکریٹری خود جناب مولوی موصوف ہوں، روانہ ہو۔ چنانچہ حسب روداد مجلس 15/اور 25/ مارچ سنہ صدر بتاریخ، 10/اپریل، وہ درخواست بہ دستخط ایک سو پچیس اشخاص کے بہ حضور وائسرائے نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاسِ کونسل درپیش ہو کر بہ جواب عرضداشت مذکور چٹھی، سکریٹری، گورنمنٹ ہند، بہ نام سکریٹری برٹش انڈین ایسوسی ایشن، صوبۂ بہار، صادر ہوئی۔ تب سے آمادگی کمال ہے۔ چھاپہ خانہ قائم ہو کر اخبار نکلتے ہیں۔ بڑی بڑی کتابوں کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اگر خدائے جل شانہٗ کو منظور ہوا تو علوم وفنون کی بہت جلد ترقی ہو جائے گی۔ بندہ اس جلسے کا راقم اخبار معتبر ہے ملقب بہ لقب ایڈیٹر ہے۔

خیابانِ دوم:

ضلع ترہت کا اصل نام متھلا دیس ہے۔ اس ضلع میں جنک پور ایک مقام جائے متبرک، بوجہ پیدائش آدی شکتی، یعنی جانکی جی کے، مقام پرستش گاہ وزیارت گاہِ ہنود ہے۔ اور اسی وجہ سے متھلا دیس کو دیوتاؤں نے اکثر مقام پر اجودھیا پوری کے برابر کہا ہے اور پوتھیوں میں لکھا ہے۔ حد اس کا کوسی ندی کے کنارے سے شالگرامی ندی کے کنارے تک پورب پچھم چوبیس جوجن، یعنی چھیانوے کوس اور دریائے گنگ کے کنارے سے کوہ نیپال تک دکھن اتر سولہ جوجن، یعنی چونسٹھ کوس ہے۔ (بعد ازاں اسطوری وتاریخی روایات کی تفصیل)

خیابان سوم:

دنیا عبرت سرا ہے۔ بغور دید کی جا ہے۔ اس گزرگاہِ جہانِ فانی میں کوئی ہستی کا خلعت پہن کر آتا ہے اور کوئی عالم وجود سے پاؤں پھیلائے دنیا سے ہاتھ اٹھائے ملکِ عدم کو جاتا ہے۔ کیسے کیسے انسان کیا کیا اقرار کر کے آتے ہیں۔ مگر مبتلائے ہوا و ہوس ہو کر مال کی تلاش میں قارون کی طرح اور زہرہ جمال کے خیال میں ہاروت ماروت کی مانند دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر کے سازوسامان، نام ونشان پیدا کرتے ہیں۔ (بعد ازاں دربھنگہ راج کی تاریخ)

خیابانِ چہارم: متھلا کے قدیم ترین راج خاندان پوانرو، اونوارو، کہروڑہ، بھوڑ کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

خیابان پنجم: برہمنوں کے مول گوتروں کی 'پنجی' کرنے والے طبقوں کی تفصیلات درج ہیں، پھر ترہت کے معاشرتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

خیابان ششم: دنیا کی ناپائداری اور زمانہ و اہل زمانہ کی شکایتوں کا بیان۔

خیابان ہفتم: 'اخبار الاخیار' کی ادارت میں شامل ہونے کا تذکرہ۔

حوالے

1۔ فاروقی، شاداں: 'تذکرہ بزم شمال' شعرستان، دربھنگہ، 1978، ص 124

2۔ بہار، منشی اجودھیا پرشاد: 'گلزار بہار' معروف بہ ریاض ترہت، دوسرا ایڈیشن، پٹنہ۔ 1891، ص 155

3۔ بہار، منشی اجودھیا پرشاد: ایضاً، ص 121، بعدہٗ، 'ریاض ترہت'

4۔ 'ریاض ترہت'، ص 123

5۔ 'ریاض ترہت'، ص 134

6۔ 'ریاض ترہت'، ص 124

7۔ 'ریاض ترہت'، ص 127

8۔ 'ریاض ترہت'، ص 108

9۔ 'ریاض ترہت'، ص 132

10۔ 'ریاض ترہت'، ص 132

11۔ دہلی، 1989، ص 95

12۔ شاداں فاروقی، ایضاً، ص 36

13۔ 'ریاض ترہت'، ص 11

14۔ 'ریاض ترہت'، ص 17

15۔ 'ریاض ترہت'، ص 21

16۔ 'ریاض ترہت'، ص 33

17۔ 'ریاض ترہت'، ص 35

18۔ 'ریاض ترہت'، ص 36

19۔ 'ریاض ترہت'، ص 36

20۔ 'ریاض ترہت'، ص 37

21۔ 'ریاض ترہت'، ص 40

22۔ 'ریاض ترہت'، ص 41

23۔ 'ریاض ترہت'، ص 67-68

24۔ 'ریاض ترہت'، ص 111

25۔ 'ریاض ترہت'، ص 133

26۔ 'ریاض ترہت'، ص 140

◆◆◆

Deptt. of Urdu
Gopeshwar College,
Hathwa, Gopalganj,
Pin - 841 436